www.KitaboSunnat.com

قاری رشید احمد تھانوی ☆

علم تفسیر پر قراءات کے اثرات

مقالہ نگار قاری رشید احمد تھانوی ﷾ نے چند سال قبل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد سے پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر ﷾ (شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور) کی زیرنگرانی ایم فل کی ڈگری حاصل کی۔ موصوف کے مقالہ کا عنوان تھا: ''تفسیر قرآن حکیم پر اختلافِ قراءات کے اثرات کا ایک جائزہ'' ۔ زیرنظر مضمون اسی مقالہ کے جامع خلاصہ پر مشتمل ہے، جس کی تلخیص مقالہ نگار نے خود کر کے ہمیں فراہم کی ہے۔ موضوع کی افادیت کے پیش نظر قارئین رُشد کے لئے اس تحریر کو ہم شائع کررہے ہیں۔ اس اہم موضوع کے جملہ پہلوؤں پر تفصیلی مطالعہ کے سلسلہ میں شائقین کو اصل مقالہ کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ [ادارہ]

قرآن حکیم کی تفسیر کے سلسلہ میں قراءات کو ایک اہم ماخذ کی حیثیت حاصل ہے، خاص طور پر متواتر قراءات کو نظر انداز کرنا قرآن کے ایک حصہ کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ نیز دو متواتر قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، ان میں سے کسی ایک قراءت کا انکار قرآن کی آیت کا انکار ہے۔ اگر دو متواتر قراءتوں میں تعارض آجائے تو ان میں سے ایک کو ناسخ دوسری کو منسوخ قرار دینا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہاں نزول میں تقدم یا تاخر معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں میں تطبیق کی صورت نکالنا ضروری ہوگا۔ البتہ شاذ قراءت اگر کسی متواتر قراءت کے معارض ہو تو اس کو رد کردیا جائے گا۔ قراءتیں زیادہ ہونا 'اختلاف تعدد' ہے۔ 'اختلاف تضاد' نہیں۔ کوئی متواتر قراءت ایسی نہیں جس سے تضاد لازم آتا ہو۔ اگر ظاہری تعارض ہو تو وہ دراصل 'اختلاف تعدد' ہے، تاکہ اختصار کے ساتھ ایک ہی آیت کی دو قراءتوں سے دو مختلف اَحکام ثابت ہوسکیں۔

تفسیر میں قراءاتِ متواترہ کی قبولیت میں جمہور علماء میں سے کسی کا اختلاف نہیں ملتا۔ البتہ دو مختلف المعنی قراءتوں میں معنی کی تطبیق کے لحاظ سے ترجیح وغیرہ کا رجحان پایا جاتا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک قابل قبول معنی ہی کسی قراءت کے قبول ہونے کا معیار ہے۔ جیسا کہ امام ابن جریر طبری ؒ (م ۳۱۰ھ) کا طرز عمل رہا ہے، لیکن جمہور مفسرین نے اس طرزعمل کو ناپسند کیا ہے۔ بعض علماء نے امام طبری ؒ کو اس اعتبار سے معذور مانا ہے کہ قراءاتِ متواترہ کی تدوین کا زمانہ امام طبری ؒ کے بعد کا ہے؛ لہٰذا امام طبری ؒ کے سامنے متواتر وغیرمتواتر میں امتیاز کے وہ معیارات نہیں تھے، جو ائمہ قراءات نے متعین کئے تھے، لیکن بعد کے ادوار میں جب متواتر اور غیر متواتر کا فرق بالکل ظاہر ہوگیا تو پھر متواتر کو شاذ کے ساتھ خلط ملط کرکے رد کرنا یا اس میں تشکیک پیدا کرنا عدم علم اور ناواقفیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

☆ استاذ القراءات دار العلوم الاسلامیہ، کامران بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

امام ابن حاجب رحمہ اللہ (م ۶۴۶ھ) لکھتے ہیں:

”القراء ات السبع متوا ترٌ لو لم تكن متواترةً لكان بعض القرآن غير متواترٍ كمَلِكِ ومٰلِكِ ونحوِها، وتخصيص أحدهما تحكم باطل لاستوائِـهما“

[منتهى الوصول والامل فى علمى الاصول والجدل:ص۳۴]

”ساتوں قراءتیں متواتر ہیں۔ اگر یہ متواتر نہ ہوں تو قرآن کا بعض حصہ غیر متواتر بن جائے گا۔جیسے ملک اور مالک، اور اس طرح کی اور قراءتیں، اور ان دونوں میں سے کسی ایک کی تخصیص کرنا سینہ زوری ہے (باطل فیصلہ ہے) اس لئے کہ یہ دونوں برابر ہیں“۔

آسان الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر روایت حفص قطعی طور پر قرآن ہے، تو جن اَساتذہ سے روایت حفص منقول ہے انہی اساتذہ سے باقی قراءتیں بھی منقول ہیں۔تو یہ کیسے ہوسکتا ہے ایک ہی سند سے آنے والی ایک قراءت تو متواتر شمار ہو اور دوسری ناقابل اعتبار بن جائے......؟

علامہ شوکانی رحمہ اللہ (م ۱۲۵۰ھ) إرشاد الفحول میں لکھتے ہیں:

”والحاصل:أن ما اشتمل عليه المصحف الشريف واتفق عليه القراء المشهورون فهو قرآن، وما اختلفوا فيه فإن احتَملَ رسمُ المصحف قراءةَ كلّ واحد من المختلفين مع مطابقتها للوجه الإعرابى والمعنى العربى، فهى قرآنٌ كلّها، وإن احتمل بعضَها دون بعض، فإن صحّ إسناد ما لم يحتمله، وكانت موافقة للوجه الإعرابى، والمعنى العربى، فهى الشاذّةُ ولها حكمُ أخبار الآحاد فى الدلالة على مدلولِها، وسواءٌ كانت من القراء ات السبع أو من غيرها وأمّا مالم يصحّ إسناده ممّالم يحتمله الرسم فليس بقرآنٍ ولا منزلٍ منزلة أخبار الآحاد“ [إرشاد الفحول الى تحقيق الحق من علم الاصول:۸۲/۱]

”حاصل یہ کہ جس چیز پر مصحف شریف مشتمل ہے اور مشہور قراء اس کے اوپر متفق ہیں تو وہ قرآن ہے۔اور جس میں ان کا اختلاف ہوا ہے تو اس کی دوصورتیں ہیں:

(ا) مصحف کا رسم دونوں مختلف قراءتوں کا احتمال رکھتا ہے، اور یہ دونوں قراءتیں اعرابی وجہ اور معنی کے مطابق ہیں تو یہ سب بھی قرآن ہیں۔

(ب) اگر مصحف کا رسم ایک کا احتمال رکھے اور دوسری قراءت کا احتمال نہ رکھے، تو پھر دوصورتیں ہیں:

(أ) اس غیر محتمل قراءت کی اسناد صحیح ہے اور وہ اعرابی وجہ اور معنی عربی کے موافق ہے، تو پھر وہ شاذ قراءت ہے، اور اپنے مدلول پر دلالت کرنے میں اس کا حکم خبر واحد کی طرح ہے۔عام ہے کہ یہ قراءات سبعہ میں سے ہو یا نہ ہو۔

(ب) اور وہ قراءت جس کا رسم میں احتمال نہ ہو اور اس کی اسناد بھی صحیح نہ ہو تو پھر وہ قرآن نہیں ہے اور نہ ہی اس کو خبر واحد کے درجے میں رکھا جائے گا“

دو قراءتیں مثل دو آیتیں

جب کسی کلمہ قرآنی میں دو متواتر قراءتیں ہوں تو مفسرین وفقہاء کے نزدیک وہ دو آیات کی طرح ہیں۔ان کی تفسیر اسی طرح کی جائے گی جس طرح ایک مسئلہ میں واردہ دو آیات کی تفسیر کی جاتی ہے۔چنانچہ أحكام القرآن للجصاص میں ہے:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" وهاتان القراء تان قد نزل بهما القرآن جميعا ونقلتها الأمّة تلقّيا من رسو ل الله ﷺ

[أحكام القرآن للجصاص:۳۴۵/۲، با ب غسل الر جلين]

''اور یہ دونوں قراءتیں ایسی ہیں کہ قرآن ان دونوں کے ساتھ نازل ہوا ہے اور امت نے ان کو رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا ہے''۔

اس اصول کے بارے میں امام جصاص رحمہ اللہ (م ۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"وأيضا فإ ن القرا ء تين كالآيتين، فى إحداهما الغَسل وفى الأخرىٰ المسحُ لاحتمالهما للمعنيين فلو وردت آ يتا ن إحداهما توجب الغَسل والأخرى المسحَ لَمَا جازَ تركُ الغَسل إلى ا لمَسح " [الجصاص: حوالہ مذکور،۳۴۶/۲]

''اور دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، ان میں سے ایک میں دھونے کا معنی ہے دوسری میں مسح کا معنی ہے، کیونکہ یہ دونوں معانی کا احتمال رکھتی ہیں۔ چنانچہ اگر بالفرض دو آیتیں نازل ہو جاتیں، ایک کا موجب دھونا ہوتا اور دوسری کا مسح ہوتا، تو بھی دھونے کو مسح کے مقابلہ میں ترک کرنا جائز نہ ہوتا۔''

تفسیر قرطبی میں ہے: "وليس من المتشابه أن تقرا الآ ية بقرا ء تين ويكو ن الاسم محتملا أومجملا يحتا جُ إلىٰ تفسير؛ لأن الواجب منه قدرُ ما يتناوَلُه الاسم أو جميعه ـ والقراء تا ن كالآ يتين يجب العمَلُ بمُوجبِهما جميعا "[الجامع لاحكام القرآن للقرطبی:۱۱/۴]

''یہ بات متشابہ میں سے نہیں ہے کہ کوئی آیت دو قراءتوں سے پڑھی گئی ہو، اور اسم احتمال یا اجمال کی وجہ سے تفسیر کا محتاج ہو؛ کیونکہ ثابت تو اس میں سے اسی قدر ہوگا جس کو اسم شامل ہوگا یا تمام ثابت ہوگا۔ اور دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں، دونوں کے موجب پر عمل کرنا ضروری ہے۔''

اسی طرح فتاویٰ ابن تیمیہ میں ہے:

"وأما القراء ة الأخرى وهى قراء ة من قرأ وأرجلِكم بالخفض فهى لا تخالف السنّة المتواترة؛ إذالقراء تان كالآ يتين"[كتب ورسائل ومجموعه فتاوى فى الفقه:۱۳۱/۲۱،كتاب الفقه]

''اور بہرحال دوسری قراءت جو کہ وارجلکم زیر کے ساتھ ہے، وہ سنت متواترہ کے مخالف نہیں ہے؛ اس لئے کہ دو قراءتیں دو آیتوں کی طرح ہوتی ہیں''۔

تفسیر روح المعانی میں اس اُصول کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے:

" ومن القواعد الأصولية عند الطائفتين أن القراء تين المتواترتين إذا تعارضتا فى آية واحدة فلها حكم آيتين" [روح المعانی از آلوسی:۶۶/۶]

''اُصولی قواعد میں سے ایک یہ ہے (دونوں طائفوں کے نزدیک) کہ متواتر قراءتیں جب ایک آیت میں متعارض ہو جائیں تو ان کا حکم دو آیتوں کی طرح ہے''۔

دو قراءتوں میں تعارض کا وقوع

دو قراءتوں میں کبھی تعارض واقع ہو جانا ممکن ہے۔ چنانچہ أصول السرخسی ج۲ ص۱۲ میں ہے:

"يقع التعارض بين الآيتين، وبين القراء تين ." [فصل: بيان المعارضة بين النصوص]

''دو آیتوں اور دو قراءتوں کے درمیان تعارض واقع ہوتا ہے۔''

علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی الاتقان ج۲ ص۳۰ میں ہے: "وتعارض القراء تين بمنزلة تعارض الآيتين۔"

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

''دوقراءتوں کا تعارض دو آیتوں کے تعارض کی طرح ہے۔''

اسی طرح تفسیر نیل المرام میں علامہ قنوجی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وقد تقرّر أنّ القراء تين بمنز لة الآ يتين فكما أنّهٗ يجب الجمع بين الآيتين المشتملة اِحداهما على زيا دة العمل بتلك الزيا دة كذلك يجب الجمع بين القراء تين"

[نیل المرام ،ص۵۲]

''یہ بات ثابت شدہ ہے کہ دوقراءتیں دو آیتوں کی طرح ہیں،تو جس طرح ایسی دو آیتوں کے درمیان تطبیق کرنا ضروری ہے،جن میں سے ایک آیت کسی زائد معنی پر مشتمل ہو،اسی طرح دوقراءتوں میں بھی جمع وتطبیق واجب ہے۔''

فتح الباری شرح بخاری میں ہے:

"بين القراء تين تعارضٌ ظا هرٌ ۔ والحُكمُ فيما ظاهرهٗ التعارض أنه إن أمكن العمل بهما وجب، وإلا عُمِل با لقدر الممكن ، ولا يتأ تى الجمع بين الغسل والمسح فى عضو وا حد فى حالة واحدة؛ لأ نه يؤدى إلى تكرار المسح لانّ الغسل يتضمن المسح . والأمر المطلق لا يقتضى التكرار، فبقى أن يعمل بهما فى حالين توفيقا بين القراء تين وعملا بالقدر الممكن . " [فتح الباري:۳۵٦/۱]

''دونوں قراءتوں میں ظاہری تعارض ہے،اور ظاہری تعارض والی چیز کا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں پر عمل ممکن ہو تو یہ ہی واجب ہوگا،ورنہ بقدر امکان دونوں پر عمل کیا جائے گا۔اور یہاں ایک عضو میں 'غسل' اور 'مسح' کو ایک ہی حالت میں جمع نہیں کیا جا سکتا،کیونکہ اس سے مسح کا تکرار لازم آتا ہے اس لئے کہ 'غسل'، 'مسح' کو بھی شامل ہوتا ہے،جبکہ امر مطلق تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔لہٰذا یہ ہی صورت باقی رہی کہ دونوں قراءتوں پر دو مختلف حالتوں میں عمل کیا جائے، تاکہ دونوں قراءتوں میں موافقت ہو جائے اور بقدر امکان عمل بھی ہو جائے''۔

اس مضمون میں اولاً ایسی قراءتیں جمع کی گئی ہیں،جن کا معنی ایک حد تک تو مختلف ہے،لیکن ان دونوں قراءتوں کا مصداق اور محل ایک ہی ہے۔قرآن مجید میں اس طرح کی قراءتیں کثیر تعداد میں پائی جاتی ہیں۔چند مختلف مقامات کا مطالعہ کیا گیا ہے۔آخر میں ایک شاذ قراءت کی مثال بھی ذکر کی گئی ہے،تاکہ ان قراءتوں کے تفسیر پر اثرات کی وضاحت ہو سکے۔

نمبر ❶ فَيُضَعِّفهٗ/ فَيُضَاعِفهٗ

﴿مَنْ ذَا الَّذِىْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قرضًا حسناً فيضٰعِفَهٗ لَهٗ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً﴾[البقرة:۲۴۵]

اختلاف قراءات

اس آیت میں کلمہ فیضٰعفهٗ میں چار قراءتیں ہیں:

نمبر ①	فَيُضَعِّفُهٗ	امام ابن کثیر رحمہ اللہ ،ابوجعفر رحمہ اللہ
نمبر ②	فَيُضَعِّفَهٗ	امام ابن عامر رحمہ اللہ ،امام یعقوب رحمہ اللہ
نمبر ③	فَيُضَاعِفَهٗ	امام عاصم رحمہ اللہ
نمبر ④	فَيُضَاعِفُهٗ	امام نافع رحمہ اللہ ،ابوعمرو بصری رحمہ اللہ ،حمزہ رحمہ اللہ ،کسائی رحمہ اللہ

[النشر:۲۲۸/۲،نیز مصحف القراءات العشر،سورۃالبقرۃ:۲۴۵]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

یہ کلمہ سورہ حدید میں بھی واقع ہوا ہے، اور اس میں بھی اسی نوعیت کا اختلاف ہے۔

توجیہ قراءات

امام قیسی رحمہ اللہ (م ۴۳۷ھ) تشدید والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وحجة من شدّد وحذفَ الألفَ أنّه حملَه على الكثير لانّ فعّلتُ(مشدد العين)بابه تكثير الفعل"

''جن قراء نے تفعیل سے پڑھا ہے تو ان کے نزدیک یہ فعل کثرت پر دال ہے؛ اس لئے کہ تفعیل کی خاصیت تکثیر فعل ہے۔''

اور تخفیف والی قراءت یعنی مفاعلہ والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"أنّ ضاعفتُ أكثر من ضعّفتُ؛ لأن ضعّفتُ معناه مرّتان، وحُكِي أن العرب تقول: ضعّفتُ درهمك أي جعلته درهمين، وتقول ضاعفتهٗ أي جعلته أكثر من درهمين"

[الكشف عن وجوه القراء ات السبع: ۱/۳۰۰]

''صیغہ مفاعلہ، صیغہ تفعیل سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ تفعیل والے صیغہ کا معنی ہوتا ہے: دو مرتبہ، جیسا کہ عرب کہتے ہیں: ضعّفتُ درهمَكَ میں نے تیرے درہم کو دُوگنا کر دیا۔ اور جب ضاعفتهٗ کہتے ہیں، تو معنی ہوتا ہے کہ میں نے تیرے درہم کو دوگنا سے بھی زیادہ کر دیا۔''

معنی قراءات

امام ابن الجوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ھ) زاد المسیر میں لکھتے ہیں:

"معنى ضاعف وضعّف واحد، والمضاعفة الزيادة على الشيء حتى يصير مثلين أو أكثر"

[زاد المسير: ۱/۲۲۱]

''ضاعف اور ضعّف کا معنی ایک ہی ہے، اور مضاعفہ کسی چیز پر زیادتی اور اتنے اضافہ کا نام ہے، جس سے وہ دوگنی یا زیادہ ہو جائے۔''

تفسیر مظہری میں ہے:

''اور تشدید اس میں تکثیر کے لیے ہے ... اور مفاعلہ مبالغہ کے لیے ہے۔'' [تفسیر مظهری: ۱/۵۵۷]

نتیجہ قراءات

خلاصہ یہ کہ ان دونوں قراءتوں کو سامنے رکھ کر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ شخص جو اللہ کے لیے اس قرض والے کام کو اخلاص نیت کے ساتھ کرتا ہے اس کا اجر اور بدلہ کسی اعتبار سے بھی کم نہیں ہوگا۔ اس میں کثرت بھی دو اعتبار سے ہوگی اور اس میں برکت بھی ہوگی۔ گویا یہ دونوں قراءتیں معنی کے اندر مزید وسعت پیدا کر رہی ہیں۔

نمبر ۲ فَتَبَيَّنُوْا / فَتَثَبَّتُوْا دونوں امر کے صیغے ہیں، لیکن مادہ کا فرق ہے۔

یہ کلمہ دو مقامات پر آیا ہے:

(۱) ﴿يَأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ أَلْقٰى إِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِناً﴾[النساء: ۹۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

(ب)﴿يَأَيُّها الّذين اٰمَنُوٓا إنْ جَآءَ كُمْ فَاسِقٌ بنبإٍ فتبيّنوا أنْ تُصِيبُوا قومًا بجهالةٍ فتُصبِحُوا عَلٰى ما فَعلتُمْ نٰدمين﴾[الحجرات:٦]

اختلاف قراءات

ان دونوں آیتوں میں کلمہ قرآنی فتبینوا کے اندر دو قراءتیں ہیں:

نمبر ① فتثبتوا حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ، اور خلف رحمہ اللہ

نمبر ② فتبینوا باقی سب قراء۔[النشر:۲/۲۵۱]

فتبینوا اس کا مادہ بین ہے اور یہ باب تفعّل ہے، اور دوسری قرات فتثبتوا ہے یہ بھی باب تفعّل سے ہے، لیکن اس کا مادہ ثبت ہے۔

توجیہ قراءات

امام ابن خالویہ رحمہ اللہ (م۳۷۰ھ) لکھتے ہیں:

"يقرأ بالياء من التبيّن وبالتاء من التثبّت .والأمر بينهما قريبٌ لأنّ مَن تَبيّنَ فقد تثبّتَ ومن تثبّتَ فقد تَبيّنَ"[الحجة لابن خالوية، ص۶۳]

''یا سے پڑھا جائے تو تبین سے، اور تا کے ساتھ تثبت سے ہے۔ اور امر ان دونوں میں قریب ہے، کیونکہ جو شخص معاملہ کو کھول کر واضح کر دے، تو اس کو ثبوت بھی مل جاتا ہے اور جو ثبوت حاصل کر لے، معاملہ اس پر واضح ہو جاتا ہے۔''

لیکن امام قیسی رحمہ اللہ (م۴۳۷ھ) کا نقطہ نظر اس سے مختلف ہے، لکھتے ہیں:

"وليس كل من تثبّت فى أمر تبيّنه۔ قد يتثبّت ولا يتبيّن له الأمر فالتبيّن أعمّ من التثبت فى المعنى لاشتماله على التثبّت"[الكشف:۱/۳۹۴،۳۹۵]

اسی طرح امام ابن عطیہ رحمہ اللہ (م۵۴۶ھ) لکھتے ہیں:

"وقال قوم تبيّنوا أبلغُ وأشدّ من تثبّتوا؛لأنّ المتثبّت قد لا يتبيّن ۔"[المحرّر الوجيز:۲/۹۶]

گویا ان دونوں حضرات کے نزدیک تبیین عام ہے، اس کے معنی میں ثبوت بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن تثبت خاص ہے، اس میں تبین اور وضاحت ضروری نہیں ہے۔ یعنی ایسا ہو سکتا ہے کہ کسی معاملہ کا ثبوت اور دلیل تو مل جائے لیکن وہ واضح اور قابل فہم نہ ہو۔

معنی قراءات

اگرچہ یہ دونوں قراءتیں قریب المعنی تو ہیں لیکن ان دونوں کو سامنے رکھ کر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ کسی معاملہ کی وضاحت اور تبیین میں تثبت یعنی تحمل اور اتنا ٹھہراؤ اختیار کیا جائے، اور جلد بازی نہ کی جائے، یہاں تک کہ حقیقت بالکل کھل کر واضح ہو جائے۔

جیسا کہ مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (م۱۹۷۴ء) لکھتے ہیں:

'' فتبینوا یہ ظاہر کر رہا ہے کہ ایسی خبر پر اس وقت تک عمل جائز نہیں جب تک اس کی پوری وضاحت نہ کر لی جائے اور ایک قراءت میں یہ لفظ فتثبتوا پڑھا گیا ہے۔ یعنی اس کی دلیل حاصل کر لو۔''[معارف القرآن،۶/۴۵۲]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نتیجہ قراءات

ان دونوں قراءتوں کا معنی سامنے رکھتے ہوئے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی معاملہ کی تحقیق میں معلومات کو ہر اعتبار سے جانچنا اور بغیر تحقیق کے کسی خبر کو قبول کرنا بعد میں شرمندگی اور افسوس کا باعث ہوسکتا ہے۔

نمبر ③ وَلاتُسْـَٔـلُ/ وَلاتَسْـَٔـلْ

﴿إِنَّا أَرسلنٰكَ بالحقّ بَشيرًا وَّنَذيرا وَلا تُسَٔلُ عَن أَصحٰب الجَحيمِ﴾ [البقرة:۱۱۹]

مختلف قراءات

اس آیت میں کلمہ ولا تسـٔـل میں دو قراءتیں ہیں:

نمبر ① وَلا تَسْئَلْ امام نافع رحمہ اللہ اور یعقوب رحمہ اللہ

نمبر ② وَلا تُسْئَلُ باقی سب قراء۔ [النشر:۲/۲۲۱]

توجیہ قراءات

امام ابن خالویہ رحمہ اللہ (م۳۷۰ھ) الحجة میں لکھتے ہیں:

" فالحجة لمن رفع أنه أخبر بذلك وجعل لا نافية بمعنى ليس، ودليله قراء ة عبد الله وأبى ولن تسأل . والحجة لمن جَزمَ أنّه جعلَه نهياً . " [ص۳۶]

''جنہوں نے مرفوع سے پڑھا ہے، ان کی قراءت کی توجیہ یہ ہے کہ یہ اس بات کی خبر ہے، اور لا نافیہ لیس کے معنی میں ہے۔ اور اس کی دلیل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قراءت 'وَلَن تُسأَلَ' ہے۔''

[معجم القراء ات القرآنيه:۱/۱۰۸]

البتہ جنہوں نے جزم سے پڑھا ہے ان کے نزدیک یہ نہی کا صیغہ ہے۔

معنی قراءات

تفسیر مظہری میں ہے: ''جمہور کی قراءت کے موافق ولا تُسْئَلُ عن أصحٰب الجحيم کے یہ معنی ہوں گے:

''اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے اس کی پوچھ گچھ نہ ہوگی کہ یہ لوگ ایمان کیوں نہ لائے۔ آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔ اور نافع رحمہ اللہ کی قراءت پر سوال سے نہی (منع) کرنا شدت عذاب سے کنایہ ہوگا۔ جیسے کہا کرتے ہیں: اس کا حال مت پوچھ یعنی وہ بہت تکلیف میں ہے۔'' [تفسير مظهری:۱/۲۰۷، روح المعانی:۱/۳۳۳]

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صیغہ نہی والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں:

"قرأ نافع ولا تسـٔـل على صيغة النهى إيذانا بكمال شدة عقوبة الكفار وتهويلاً لها "

[بيان القرآن:۱/۶۵]

''نافع رحمہ اللہ نے صیغہ نہی سے پڑھا ہے؛ تاکہ کفار کے عذاب کی شدت کی طرف اشارہ ہوجائے''۔

اسی طرح امام قرطبی رحمہ اللہ (م۶۷۱ھ) نفی والی قراءت کا معنی بیان کرتے ہیں:

" والمعنٰى إِنَّا أرسلنٰـك بالحقّ بشيرًا وّنذيرًا غيرَ مَسـٔـولٍ عنهُم . " [أحكام القرآن:۲/۹۲]

''اور معنی یہ ہے کہ بیشک ہم نے آپ کو حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اس حال میں کہ ان کے بارے میں آپ سے کوئی سوال نہ ہوگا۔''

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہی والی قراءت کے بارے میں لکھتے ہیں:

" وفيه وجهان: أحدهما أنّه نهىٌ عن السؤال عمن عصىٰ وكفر من الأحياء ؛ لأ نّه قد يتغير حاله فينتقل عن الكفر إلى الإيمان وعن المعصية إلى الطاعة ، والثانى وهو الأظهر أنّه نهىٌ عن السؤال عمّن ماتَ علىٰ كفره ومعصيته" [ایضا]

''اس میں دوصورتیں ہیں:ایک یہ کہ یہ حکم زندوں میں سے گناہ گاراور کفار کے بارے میں سوال سے روکنے کے لئے ہو،کیونکہ ان کا حال کفر سے ایمان کی طرف،اور گناہ سے اطاعت کی طرف تبدیل بھی ہوسکتا ہے۔اور دوسرا جوکہ زیادہ ظاہر ہے،کہ یہ حکم کفراور معصیت پر مرنے والے لوگوں کے بارے میں سوال سے روکنے کے لئے ہو۔''

نتیجہ قراءات

خلاصہ یہ ہوا کہ نفی والی قراءت سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اصحاب جہنم کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے کوئی سوال نہیں ہوگا کہ وہ کیوں ایمان نہیں لائے۔اس لئے نبی کریم ﷺ کی ذمہ داری صرف پہنچا دینا تھی اور نہی والی قراءت سے یہ معنی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ان لوگوں کے بارے میں سوال کرنے سے منع فرما دیا ہے ،جن کے بارے میں جہنم کا فیصلہ ہو چکا ہے اور اس معنی کی تائید ایک دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے :

﴿اِسْتَغْفِرْلَهُمْ أَوْلَا تَسْتَغْفِرْلَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْلَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ،ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ،وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ﴾[التوبة:٨٠]

''اے نبی ﷺ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں،اگر آپ ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں گے،تو بھی اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں فرمائے گا؛اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے،اور اللہ تعالیٰ فاسق قوم کو ہدایت نہیں عطاء فرماتا۔''

گویا اُس آیت میں دو قراءتوں کی وجہ سے دو پہلوؤں سے سوال کرنے سے روکنا ثابت ہوگیا۔یعنی نہ تو نبی کریم ﷺ سے جہنم والوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا،اور نہ ہی آپ ﷺ ان کے بارے میں کوئی سوال کریں گے اس لئے کہ ان کی مغفرت کا کوئی اِمکان نہیں ہے اور اگر یہ سوال زندہ لوگوں کے بارے میں ہو تو ان کا حال تبدیل بھی ہوسکتا ہے۔

نمبر ۴ لِيَذَّكَّرُوْا/لِيَذْكُرُوْا

﴿وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِىْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ اِلَّا نُفُورًا﴾[الاسراء:٤١]

''اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کیا ہے؛ تاکہ وہ اچھی طرح سمجھ لیں،اور وہ نفرت میں بڑھتے ہی جاتے ہے۔''

اختلاف قراءات

اس آیت میں کلمہ لیذکروا میں دو قراءتیں ہیں:

نمبر ①	لِيَذْكُرُوْا	امام حمزة رحمہ اللہ ،کسائی رحمہ اللہ ،اور خلف رحمہ اللہ
نمبر ②	لِيَذَّكَّرُوْا	باقی سب قراء۔[النشر :٣٠٧/٢]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

توجیہ قراءات

تخفیف والی قراءت ذِکْرٌ سے مشتق ہے جو کہ نسیان کی ضد ہے۔جبکہ تشدید والی قراءت تذکُّر سے مشتق ہے جس کا معنی ہے:

تدبّر اور اتّعاظ یعنی غور وفکر کرنا اور نصیحت حاصل کرنا۔

تفسیر عثمانی میں ہے:

''یعنی قرآن کریم مختلف عنوانوں اور رنگ برنگ کے دلائل وشواہد سے ان مشرکین کو فہمائش کرتا ہے، لیکن بجائے نصیحت حاصل کرنے کے، یہ بدبخت اور زیادہ بدکتے اور وحشت کھا کر بھاگتے ہیں۔'' [تفسیر عثمانی:۱/۸۸۰، الاسراء:۴۱]

معنی قراءات

امام قیسی رحمہ اللہ (م۴۳۷ھ) لکھتے ہیں:

"والتذّكر أولى بنا من الذّكر له بعد النسيان"

''تذکر ہمارے لئے زیادہ مناسب ہے نسیان کے بعد اس کو یاد کرنے سے''۔

آگے لکھتے ہیں:

"فالتشديد للتدبر والتخفيف للذكر بعد النسيان." [الکشف:۲/۴۷]

''تشدید تدبر کے معنی کے لئے ،اور تخفیف بھول کے بعد یاد کرنے کے معنی کے لئے ہے۔''

اسی طرح تفسیر زاد المسیر میں ہے:

"والتّذكّر: الا تّعاظ والتّدبّر." [زاد المسير:۳/۲۶]

تفسیر روح المعانی میں ہے:

"وقرأحمزة والكسائى هنا وفى الفرقان ليذكروا من الذكر الذى بمعنى التذكر ضد النسيان والغفلة، والتذكّر على القراءة الأولىٰ بمعنى الا تّعاظ"[روح المعانی:۱۵/۸۲]

''امام حمزۃ رحمہ اللہ اور کسائی رحمہ اللہ نے اس کلمہ کو یہاں اور سورہ فرقان میں مادہ ذکر سے پڑھا ہے، جو کہ تذکر کے معنی میں ہے اور نسیان اور غفلت کی ضد ہے۔جبکہ تذکّر پہلی قراءت کے مطابق نصیحت حاصل کرنے کے معنی میں ہے۔''

نتیجہ قراءات

خلاصہ یہ نکلا کہ اس آیت میں دو قراءتیں ہونے کی وجہ سے حکم کے دو پہلو نکل آئے:

نمبر ① قرآن کا ذکر یعنی اس کی تلاوت کرنا اور یاد کرنا۔

نمبر ② قرآن سے وعظ ونصیحت حاصل کرنا۔

اور یہ دو ایسے معنی ہیں جو ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائے جاسکتے۔یعنی ذکر کے بغیر نصیحت حاصل نہیں ہوسکتی اور نصیحت حاصل کئے بغیر ذکر ناقص ہے۔چنانچہ ان معانی کی تائید ایک اور آیت سے ہوجاتی ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾[القمر:۱۷]

اس آیت میں بھی ان دونوں معانی کو جمع کیا گیا ہے یعنی ذکر جو کہ نسیان کی ضد ہے اور اذتکار یا تذکر جو کہ غفلت کی ضد ہے، لیکن مذکورہ آیت میں یہ دونوں معانی ایک ہی کلمہ میں دو قراءتوں کی بناء پر حاصل ہوجاتے ہیں۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

نمبر ۵ یُقَاتِلُونَ/یُقَاتَلُونَ

﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ/يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ﴾ [الحج:۳۹]

''اجازت دی گئی ہے ان لوگوں کو جو قتال کر رہے ہیں، اس لئے کہ ان پر ظلم کیا گیا ہے اور اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً قادر ہے۔''

اختلاف قراءات

اس آیت میں کلمہ یقتلون میں دو قراءتیں ہیں:

نمبر ① یُقَاتِلُون معروف۔ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ، شعبہ رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ، یعقوب رحمہ اللہ، خلف رحمہ اللہ

نمبر ② یُقَاتَلُونَ مجہول۔نافع رحمہ اللہ، ابن عامر رحمہ اللہ، حفص رحمہ اللہ، اور ابوجعفر رحمہ اللہ۔[النشر:۳۲۶/۲]

توجیہ قراءات

امام قرطبی رحمہ اللہ (م۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

"يُقَاتِلون بكسر التاء أي يقاتلون عدوهم. وقرئ يقاتَلون بفتح التاء أي يقاتلهم المشركون وهم المؤمنون. ولهذا قال:بأنهم ظلموا أي أخرجوا من ديارهم".

[الجامع لاحکام القرآن:۶۸/۱۲]

یعنی اگر صیغہ مجہول کا ہو تو اس آیت کا معنی بنتا ہے کہ وہ مسلمان جن کے ساتھ کفار قتال کر رہے ہیں، ان کو جواب میں قتال کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔اسی لئے بعد میں یہ کہا گیا ہے کہ ''اس وجہ سے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور ان کو گھروں سے نکال دیا گیا ہے۔

آیت کا شان نزول

اس آیت کے نزول سے پہلے مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہیں تھی حالانکہ مشرکین ان کے ساتھ قتال کرتے رہتے تھے۔چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔اس سے پہلے مسلمانوں کو قتال کی اجازت نہیں تھی۔[ایضا]

تفسیر مدارك التنزيل میں ہے:

وكانوا يأتون رسول الله من بين مضروب ومشجوج يتظلمون إليه، فيقول لهم: اصبروا فإني لم أومر بالقتال حتى هاجر. فأنزلت هذه الآية وهى أول آية اذن فيها بالقتال بعد ما نُهِىَ عنه فى نيف وسبعين آية. [تفسير مدارك :۴۴۳/۲]

''وہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) رسول اللہ ﷺ کے پاس زخمی حالتوں میں ظلم کی دادرسی کے لئے آتے، تو آپ ﷺ ان سے فرماتے: صبر اختیار کرو اس لئے کہ مجھے قتال کا حکم نہیں دیا گیا، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے ہجرت کر لی۔تو یہ آیت نازل ہوئی اور یہ پہلی آیت ہے جس میں، ستر کے قریب آیات میں قتال سے ممانعت کے بعد، اب قتال کی اجازت حاصل ہوئی تھی۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معنی قراءات

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۲ھ) بیان القرآن میں لکھتے ہیں:

"فی قراءةٍ یقاتلون مبنیا للفاعل أی الذین یریدون للقتال ویحرصون علیه."

[بیان القرآن: ۷/۴۷]

''ایک قراءت میں یقاتلون معروف ہے۔ معنی ہے کہ وہ لوگ جو قتال کا ارادہ اور خواہش کر رہے ہیں۔''

علامہ آلوسی رحمہ اللہ روح المعانی میں لکھتے ہیں:

"أی یریدون أن یقاتلوا المشرکین فی المستقبل ویحرصون علیه" [۱۷/۱۶۱]

''یعنی ان کو اجازت ہے جو لوگ مشرکین سے مستقبل میں قتال کا ارادہ اور خواہش رکھتے ہیں۔''

نیز صیغہ معروف والی قراءت کے لیے متعدد مؤیدات بھی پائے جاتے ہیں مثلاً:

نمبر ① ﴿وجاهدوا فی الله حق جهاده﴾ [الحج: ۷۸]

نمبر ② ﴿قاتلوا الذین لا یؤمنون بالله﴾ [التوبة: ۲۹]

چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے یقاتلون کا ترجمہ یریدون القتال ویحرصون علیه سے کیا ہے،

جس سے یہی سمجھ میں آتا ہے کہ قتال کی اجازت ہر طرح کے لوگوں کو ہے:

(ا) یعنی وہ لوگ جن کے اوپر مشرکین حملہ آور ہو جائیں۔

(ب) وہ لوگ بھی جو کہ ماضی میں مشرکین و کفار کے ظلم کا شکار رہے ہوں۔

(ج) اور وہ لوگ جن کو ظالم کے ظلم کا یقین ہو۔

نتیجہ قراءات

مولانا ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (م ۱۹۷۴ء) معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

''حق کو باطل کی سرکوبی کا ہر وقت حق حاصل ہے حتی کہ اگر حق مصلحت سمجھے، قبل اس کے کہ باطل سر اٹھائے، اس کے سر اٹھانے سے پہلے ہی اسکا سر کچل دیا جائے تو یہ بھی عین حق اور کمال تدبر اور دانائی ہے۔ اور انتظار میں رہنا کہ جب باطل مجھ پر حملہ آور ہو تو اسکی مدافعت کرونگا تو یہ کم عقلی ہے۔''

آگے لکھتے ہیں:

''پس اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اجازت جہاد کا دوسرا سبب بیان فرمایا کہ جس طرح مظلوم کے لئے ظالم کے ظلم کی مدافعت، اجازتِ جہاد کا سبب بنی، اس طرح اجازتِ جہاد کا ایک سبب دینی مصلحت بھی ہے، وہ یہ کہ اللہ کی حکمت اس امر کی مقتضی ہے کہ ہر زمانہ میں دین حق، انبیاء کرام، اور ان کے نائبوں کے ہاتھوں غالب ہوتا رہے۔''

[معارف القرآن: ۵/۲۶، ۲۷]

گویا ان دو قراءتوں کی وجہ سے اس آیت کے معنی میں مزید وسعت پیدا ہو گئی ہے۔

نمبر ❻ لِلْعٰلِمِیْنَ / لِلعٰلَمِینَ

﴿ومن آیته خلق السّمٰوٰت والأرض واختلاف ألسنتکم وألوانکم إنّ فی ذٰلك لاٰیٰتٍ لّلعٰلِمِینَ﴾

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ کی نشانیوں میں سے زمین وآسمان کا پیدا کرنا اور تمھاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے۔اس میں عالموں کیلئے نشانیاں ہیں۔'' [الروم:۲۲]

اختلاف قراءات

اس آیت میں میں کلمہ للعالمین کے اندر دو قراءتیں ہیں:

نمبر① لام کے کسرہ کے ساتھ جو کہ عالِم (جاننے والا) کی جمع ہے۔امام حفص رحمہ اللہ کی روایت ہے۔

نمبر② لام کے فتحہ کے ساتھ، یہ عالَم (جہان) کی جمع ہے، یہ امام حفص رحمہ اللہ کے علاوہ باقی سب کی قراءت ہے۔ [النشر:۲/۳۴۴]

توجیہ ومعنی قراءات

امام ابو حیان نحوی رحمہ اللہ امام حفص رحمہ اللہ کی قراءت بکسر لام کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إذِ المنتفع بها اِنّما هم أهل العلم كقوله تعالىٰ وما يَعقِلُها إلّا العالِمُونَ﴾ [العنکبوت:۴۳] [البحر المحیط:۷/۱۶۷]

''زبانوں کے اختلاف سے تو صرف علماء ہی فائدہ اٹھاسکتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :اس کو صرف عالم سمجھتے ہیں۔''

اسی طرح امام ابن خالویہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"والحجة لمن كسر أنه جعله جمعَ عالِم؛ لأنّ العالِم أقرب إلى الاعتبار من الجاهل"

''جس نے کسرہ سے پڑھا ہے، اس نے اس کو عالم کی جمع پڑھا ہے؛ اس لئے کہ عالم جاہل سے زیادہ ادراک کے قریب ہوتا ہے۔''

آگے لکھتے ہیں:

"فإن قيل فما وجه دخول الحيوان والجماد في جملة من يعتبروهما لا يعقلان ذلك ؟ فقيل: إنّ اللفظ وإن كان عاما ، فالمراد به الخاص ممن يعقل" [الحجة،ص۱۷۸]

''اگر کہا جائے کہ دوسری قراءت جو کہ بفتحہ لام ہے اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس میں تو حیوانات اور جمادات بھی داخل ہوجاتے ہیں، حالانکہ زبانوں کے اختلاف کو بطورِ اللہ تعالیٰ کی نشانی کے سمجھنا اور اس کا ادراک کرنا غیر عالم کے لیے مشکل ہے۔تو یہ جواب دیا جائے گا کہ کہ لفظ اگرچہ عام ہے، لیکن اس سے مراد خاص ہے۔''

نتیجہ قراءات

ان دو قراءتوں میں سے بکسر لام والی قراءت کا معنی تو بالکل واضح ہے۔صرف فتحہ والی قراءت پر اشکال ہوتا ہے۔تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس آیت میں چونکہ تین چیزوں کا ذکر ہے:

① زمین وآسمان کی پیدائش ② زبانوں کا اختلاف ③ انسانی رنگوں کا اختلاف

ان میں سے زمین وآسمان کی پیدائش، اور انسانی رنگوں کے مختلف ہونے کا ادراک عالِم اور غیر عالِم دونوں کے لیے آسان ہے۔لہٰذا بفتحہ لام والی قراءت کو اگر عمومی معنی پر بھی رکھا جائے تو کوئی اشکال نہیں ہوتا۔البتہ بکسر لام والی قراءت سے اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ زبانوں کے مختلف ہونے کا اللہ کی نشانی کے طور پر صحیح ادراک

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنا عالموں کا کام ہے۔

نمبر ۵ هَل يَستَطِيعُ رَبُّكَ/هَل تَستَطِيعُ رَبَّكَ

﴿إِذ قَالَ الحَوَارِيُّونَ يٰعِيسَى ابنَ مَريَمَ هَل يَستَطِيعُ رَبُّكَ/هَل تَستَطِيعُ رَبَّكَ أَن يُنَزِّلَ عَلَينَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ، قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ إِن كُنتُم مُّؤمِنِينَ﴾[المائدۃ:۱۱۲]

’’جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا آپ کا رب مان لے گا کہ وہ ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل کردے، تو حضرت عیسیٰ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو۔‘‘

اختلاف قراءات

اس آیت میں دو قراءتیں ہیں:

نمبر ۱ هل تَستَطِيعُ رَبَّكَ امام کسائی رحمہ اللہ کی قراءت ہے۔

نمبر ۲ هل يَستَطِيعُ رَبُّكَ باقی سب قراء۔[النشر: ۲۵۶/۲]

توجیہ ومعنی قراءات

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس جگہ استطاعت سے مراد حکمت وارادہ کا تقاضا ہوسکتا ہے۔قدرت رکھنے کا مفہوم وارد نہیں ہے۔اللہ کی قدرت میں تو حواریوں کو شک نہیں تھا، مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ کی حکمت وارادہ بھی ایسا ہوسکتا ہے یا نہیں، کہ آسمانوں سے خوان نازل فرمادے۔

بعض علماء نے کہا کہ کلام کا وہی مطلب ہے جو ظاہری الفاظ سے معلوم ہورہا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ابتدائی ایمان تھا، اس وقت تک ان کے دلوں میں معرفت کا استحکام نہیں ہوا تھا کیونکہ جاہلیت اور کفر کا زمانہ ماضی قریب ہی میں ختم ہوا تھا۔

اور امام کسائی رحمہ اللہ کی قراءت میں هل تَستَطِيعُ رَبَّكَ آیا ہے۔یہ عیسیٰ علیہ السلام کو خطاب ہے اور ربك مفعول ہے یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام کیا آپ اپنے رب سے یہ درخواست کردیں گے؟ اور آپ کے لئے یہ دعا کرنے میں کوئی رکاوٹ تو نہیں ہے؟ اور کیا آپ کا رب آپ کی یہ درخواست قبول کرے گا؟

جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے:

’’استطاعت کا معنی (یہاں) اطاعت ہے، مان لینا یعنی درخواست کے مطابق کردینا۔‘‘[تفسیر مظہری:۱۹۰/۴،۱]

حضرت علی، حضرت عائشہ، حضرت عبداللہ بن عباس کی بھی یہی قراءت ہے رضی اللہ عنہم[معجم القراءات القرآنیۃ،۲۳۸/۲]

اس قراءت کو اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حواری اللہ (کے رتبہ) سے خوب واقف تھے۔(ثناء اللہ پانی پتی: حوالہ مذکور)

اسی لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے قول کو بڑی گستاخی قرار دیتے ہوئے فرمایا:

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ اِن كُنتُم مُّؤمِنِينَ﴾

’’یعنی اگر مومن ہو تو اللہ سے ڈرو (اللہ کی قدرت میں شک نہ کرو)۔‘‘ (ایضا)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ اس کا معنی لکھتے ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”هل تستطيع أن تسأل ربَّك“ . [القرآن،۳/۴۷]
”کیا آپ اپنے رب سے سوال کر سکتے ہیں“۔

نتیجہ قراءات

اس آیت میں ان دو قراءتوں کی بناء پر ایک ہی آیت سے حواریوں کے سوال کے دو پہلو سامنے آتے ہیں:
(۱) یہ کہ وہ یہ سوال کرنا چاہتے تھے کہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب آسمان سے کوئی مائدہ نازل کرے گا یا نہیں کرے گا

یعنی وہ اپنے قول: ﴿آمنّا واشهد بأنّنا مسلمون﴾[المائدۃ:۱۱۱] کی بنا پر مومن تو تھے، لیکن ابھی ان کو ایمان کے اندروہ رسوخ حاصل نہیں ہوا تھا لہذا وہ یہ سوال کر بیٹھے۔
جیسا کہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:
” وفيه على ماقيل حينئذ تنبيه على أن ادعاء هم الإخلاص مع قولهم هل يستطيع ربك، لم يكن عن تحقيق منهم ولا عن معرفة بالله تعالىٰ وقدرته سبحانه لأنهم لو حققوا وعرفوا لم يقولوا ذلك إذ لا يليق مثله بالمومن بالله عز وجل .“[روح المعانی:۷/۵۰،۵۱]
یعنی هل يستطيع والی قراءت ان کے دعویٰ ایمان کے خلاف تھی۔ اس وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو تنبیہ فرمائی اور کہا اللہ سے ڈرو۔
(ب) لیکن دوسری قراءت یعنی هل تستطيع ربك یہ ان کے دعویٰ ایمان باللہ کے خلاف تو بظاہر نہیں ہے، لیکن اس سے یہ شبہ ضرور پیدا ہوتا ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ سے تعلق کو نہیں پہچان سکے تھے۔ گویا ان کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی درخواست کی قبولیت پر شک تھا، جس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو تنبیہ فرمائی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان دونوں قراءتوں سے حواریوں کے سوال کے دونوں پہلوؤں کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

نمبر ❽ المُخلِصِينَ/المُخلَصِينَ

یہ کلمہ مفرد اور جمع تقریباً دس مقامات پر قرآن پاک میں آیا ہے۔ جیسے:
﴿إنّه من عبادنا المخلصين﴾[یوسف:۲۴]
”بیشک وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے ہے۔“
﴿قالَ ربِّ بِمَا أغويتَني لأُ زيّننّ لهُم في الأرضِ ولأُغوينّهُم أجمعين، إلّا عبادَك منهم المُخلَصِينَ/المُخلِصِينَ﴾[الحجر:۳۹،۴۰]
”شیطان نے کہا اے رب جیسے تو نے مجھے راہ سے ہٹادیا، میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا زمین میں، اور ان سب کو راہ سے بھٹکادوں گا۔“ ”مگر جو تیرے مخلص بندے ہوں۔“
اسی طرح مفرد کا صیغہ بھی آیا ہے: ﴿واذكر في الكتاب موسىٰ، إنّه كان مخلصاً وكان رسولا نبياً﴾ [مریم:۵۱]
”اور کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیجئے، کیونکہ وہ مخلص تھے، اور رسول اور نبی تھے۔“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختلاف قراءات

ان تمام مقامات میں اس صیغہ میں دو قراءتیں ہیں:

نمبر ① الْمُخْلِصِينَ صیغہ اسم فاعل کے ساتھ

نمبر ② الْمُخْلَصِينَ صیغہ اسم مفعول کے ساتھ

امام عاصم رحمہ اللہ، حمزہ رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ، اور خلف رحمہ اللہ ہر جگہ اس کو صیغہ اسم مفعول یعنی بفتحہ لام پڑھتے ہیں۔ باقی قراء ان تمام مقامات پر اس صیغہ کو اسم فاعل کے وزن پر بکسر لام پڑھتے ہیں۔[النشر:۲/۲۹۵]

توجیہ و معنی قراءات

صیغہ اسم فاعل والی قراءت کا معنی تو یہ بنتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے دین اور اعمال کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کیا ہے اور اس معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَاعْتَصَمُوا بِاللَّهِ وَأَخْلَصُوا دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾

''مگر وہ لوگ جو تائب ہوئے، اصلاح کی، اور اللہ کے ساتھ جڑے رہے، اور اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کیا، تو یہ ہی مؤمنین کے ساتھ ہوں گے۔''[النسآء:۱۴۶]

اور صیغہ اسم مفعول والی قراءت کا معنی یہ بنتا ہے کہ اللہ نے ان کی برائیوں اور منکرات سے خالص کر دیا ہے۔ اور اس معنی کی تائید اس آیت سے ہو جاتی ہے:

﴿إنا أخلصنٰهم بخالصة ذكرى الدار﴾[صٓ:۴۶]

''ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا اور وہ آخرت کی یاد ہے۔''

کیونکہ مؤمنین میں یہ دونوں صفات پائی جاتی ہیں یعنی اللہ نے ان کو اخلاص کی توفیق دی ہے۔ اور انہوں نے اپنے دین کو ریا کاری سے خالی رکھا ہے۔ لہٰذا ان تمام مذکورہ مقامات میں یہ کلمہ صیغہ اسم مفعول اور صیغہ اس فاعل دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے تا کہ مؤمنین کی ان دونوں صفات پر دلالت ہو سکے۔

نتیجہ قراءات

گویا یہ دونوں قراءتیں ایک دوسرے کے معنی کی تکمیل کرتی ہیں اور ساتھ ہی اس بات کی طرف اشارہ بھی ہو جاتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین اور اپنے اعمال کو اللہ کے لیے خالص رکھا ہے، تو اس اخلاص کی توفیق ان کو خود اللہ ہی نے دی ہے ان کا اپنا کمال نہیں ہے۔ یعنی مخلِص (اسم فاعل) سے صرف یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ از خود اخلاص کو اختیار کرنے والا ہے، یکن مخلَص (اسم مفعول) سے اس طرف اشارہ ملتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی نعمت عطاء فرمائی ہے، لہٰذا اسکے اخلاص میں ایک خاص روحانی قوت بھی ہوگی۔

نمبر ⑨ أن يَغُلَّ/يُغَلَّ

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ/يُغَلَّ ومن يّغلُل يأت بما غلّ يوم القيٰمةِ، ثمّ توفّى كلُّ نفسٍ مّا كسبَتَ وَهُمۡ لا يُظلَمُونَ﴾[آل عمران:۱۶۱]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اختلاف قراءات

اس آیت میں کلمہ یَغُلَّ کے اندر دو قراءتیں ہیں:

نمبر ① یَغُلَّ ابن کثیر رحمہ اللہ، ابوعمرو رحمہ اللہ، اور امام عاصم رحمہ اللہ، مضارع معروف کے ساتھ۔

نمبر ② یُغَلَّ باقی سب قراء، مضارع مجہول کے ساتھ۔ [النشر: ۲/۲۴۳]

توجیہ قراءات

أن یَّغُلَّ یہ غَلَّ یَغُلُّ غُلُولاً سے ہے۔

اَنْ یُغَلَّ اس میں دو صورتیں ہوسکتی ہیں یہ غُلول سے بھی ہوسکتا ہے اور اغلال سے بھی۔

آیت کا شان نزول

اس آیت کے شان نزول میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایک سرخ چادر (قطیفہ حمراء) کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو یوم بدر کو گم ہوگئی تھی، بعض لوگوں نے یہ کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے رکھ لی ہے۔ [سنن الترمذی: ۲۱/۱۳۰، ابواب التفسیر]

امام ابن عطیہ رحمہ اللہ (م ۵۴۶ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”قیل کانت هذه المقالة من مؤمنین لم یظنوا أن فی ذلك حرجا، وقیل کانت من منافقین، وقد روی أنّ المفقود إنماکان سیفا.“ [المحرر الوجیز: ۱/۵۳۵]

”کہا گیا ہے کہ یہ بات مومنین کی طرف سے ہوئی تھی جو اس میں کوئی حرج نہ سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بات منافقین نے کی تھی۔ ایک روایت ہے کہ تلوار گم ہوئی تھی۔“

معنی قراءات

تفسیر مظہری میں ہے:

آیت کی دوسری قراءت میں أن یُغَلّ فعل مجہول آیا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خائن قرار دینا جائز نہیں، یا یہ مطلب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کا خیانت کرنا جائز نہیں۔ [تفسیر مظہری (اردو): ۲/۴۰۰]

امام قرطبی رحمہ اللہ (م ۶۷۱ھ) لکھتے ہیں:

” فمعنی یَغُلّ یخونَ ومعنی یُغَلَّ یُخَوَّنَ. ویحتمل معنیین: أحدهما یخان أی یؤخذ من غنیمته، والآخر یُخوّن أن ینسب إلی الغلول “ [الجامع لاحکام القرآن: ۴/۲۵۵، ۲۵۶]

”یَغُلّ (معروف) کا معنی ہے: یخُونَ، کہ وہ خیانت کرتا ہے۔ اور یُغَلَّ (مجہول) کا معنی ہے: یُخَوَّنَ.

اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں: ایک یہ کہ اس سے خیانت کی جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس کو خیانت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔“

علامہ آلوسی رحمہ اللہ صیغہ معروف والی قراءت کا معنی بیان کرتے ہیں:

”فالمعنی ما کان لنبیّ أن یُّعطی قومًا من العسکر ویمنع آخرین، بل علیه أن یقسم بین الکلّ بالسّویّة.“

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور صیغہ مجہول کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفي توجيهها ثلثة أوجه أحدها أن يكون ماضيه أغللت أى نسبته إلى الغلول . . . والمعنى ما صح لنبى أن ينسبه أحد إلى الغلول. وثانيها أن يكون من أغللته إذا وجدته غالا . . . والمعنى ما صح لنبى أن يوجد غالا. وثالثها أنه من غَلَّ إلى أن المعنى ما كان لنبى أن يغله غيره أي يخونه ويسر ق من غنيمة.“ [روح المعانی:۱۰۹/۴]

”معنی یہ ہے کہ کسی نبی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ فوجیوں میں سے کچھ کو دے، اور کچھ کو نہ دے، بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ برابر تقسیم کرے اور مجہول والی قراءت میں تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ایک یہ کہ اس کی ماضی باب افعال سے ہو جس کا معنی ہے کہ اس کو میں نے خیانت کی طرف منسوب کیا اور مطلب یہ ہوگا کہ کسی نبی کے بارے میں ایسی نسبت درست نہیں۔ دوسرا یہ کہ اس کا باب افعال خائن پانے کے معنی میں ہو تو مطلب یہ ہو کہ کسی نبی کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ خائن پایا جائے اور تیسرا یہ کہ اس کا باب مجرد کا ہو۔تو مطلب یہ ہوگا کہ کسی نبی کے ساتھ یہ نہیں ہوسکتا کہ اس کو کوئی دوسرا دھوکہ دے جائے، اور اس کے مال غنیمت میں سے کچھ لے جائے۔“

نتیجہ قراءات

اس آیت میں دو قراءتیں ہونے کی وجہ سے غلول کی تین پہلوؤں سے نفی ہو رہی ہے:

نمبر ① یہ ممکن نہیں کہ نبی ﷺ مال غنیمت میں کوئی خیانت کریں۔
نمبر ② یہ جائز نہیں ہے کہ نبی ﷺ کی طرف خیانت کو منسوب کیا جائے۔
نمبر ③ یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص نبی ﷺ کو دھوکا دے سکے اور ان کے ساتھ خیانت کر سکے۔

گویا کہ اس ایک آیت کے ایک کلمہ میں دو قراءتیں ہونے کی وجہ سے اختصار کے ساتھ غلول، یعنی دھوکہ دینا یا دھوکہ کھانا یا دھوکہ کی نسبت ہو جانا، اس سلسلہ میں جتنے بھی پہلو ممکن ہو سکتے تھے تمام کی نفی ہوگئی ہے۔

نمبر ⑮ فإن الله من بعد اِكراههنّ (لهنّ) غفور رحيم

﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُم عَلَى البِغَآءِ اِنْ أَرَدنَ تَحَصُّنًا لِّتَبتَغُوا عرضَ الحَيٰوةِ الدُّنيا، ومن يُّكرِهْهُنَّ فَإِنَّ اللّٰهَ مِن بعدِ اِكراهِهِنّ (لهنّ) غفورٌ رحيمٌ﴾[النور:۳۳]

”اور اپنی لڑکیوں کو اگر وہ پاکدامنی چاہیں تو بدکاری پر مجبور مت کرو تا کہ دنیاوی مقصد حاصل کرو، اور جس نے ان کو مجبور کیا تو اللہ ان کی مجبوری کے بعد ان کو معاف کرنے والا ہے۔“

آیت کا معنی

اس آیت میں ان عورتوں کا حکم بیان کیا جا رہا ہے جن کو جبر واکراہ کے ساتھ زنا کا شکار بنا دیا جائے۔اور اس میں یہ جو شرط ہے: اگر وہ پاکدامنی چاہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ اس صورت میں تو یہ اور بھی بڑا گناہ اور ظلم ہے، ورنہ اگر یہ کام ان کی رضامندی سے بھی کرایا جائے تب بھی گناہ ہے۔ ہاں اگر وہ کسی کے مجبور کرنے سے ایسا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے گناہ کو معاف کرنے والا ہے۔اور اگر وہ بھی رضامندی سے کریں تو سوائے سچی توبہ کے ان کو معافی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ﴾[النور:۳۳]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اپنی لڑکیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔''

لیکن اگلی آیت میں یہ وضاحت موجود نہیں ہے کہ جو لوگ کسی عورت کو زبردستی زنا پر مجبور کردیں ،تو یہ مغفرت اور رحمت ان کیلئے ہے، یا صرف ان عورتوں کیلئے ہے۔ چنانچہ تفسیر عثمانی میں ہے:

''زنا ایسی بری چیز ہے جو جبر واکراہ کے بعد بھی بری رہتی ہے لیکن حق تعالیٰ محض اپنی رحمت سے مکرہ کی بے بسی اور بے چارگی دیکھ کر درگذر فرماتا ہے۔ اس صورت میں مُکرِہ پر سخت عذاب ہوگا۔'' [تفسیر عثمانی:۱۹۴/۲،النور:۳۳]

شاذ قراءات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قراءت سے یہ معنی بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ مغفرت اور رحمت ان عورتوں کیلئے ہے جن کو مجبور کیا جائے ، نہ کہ مجبور کرنے والوں کیلئے کیونکہ وہ پڑھا کرتے تھے:

﴿فإنّ اللّٰه من بعدِ إكراههنّ لهنّ غفورٌ رّحيمٌ ﴾ [معجم القراء ات القرآنيه:۲۵۱/۴]

تفسیر مدارك التنزيل میں ہے:

"ومن يكرهّن فإن اللّٰه من بعد إكراههنّ غفور رحيم أى لهنّ، وفى مصحف بن مسعود كذلك، وكان الحسن يقول لهن واللّٰه. . . أولهم إذا تابوا "۔ [۵۰۵/۲]

یعنی امام نسفی رحمہ اللہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ مغفرت اور رحمت کا حکم تو ان عورتوں ہی کے لیے ہے ،لیکن مجبور کرنے والوں کی مغفرت بھی ہوسکتی ہے، اگر وہ توبہ کرلیں۔ چنانچہ اکثر مفسرین نے اس آیت کا یہی معنی بیان کیا ہے۔ اگرچہ بعض نے اس قراءت شاذہ کو ذکر کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔ جیسا کہ معارف القرآن میں مولانا کاندھلوی رحمہ اللہ نے اسی قراءت شاذہ کے مطابق ترجمہ کیا ہے:

''اور جو کوئی ان پر زور کرے تو اللہ تعالیٰ ان کی بے بسی کے بعد بخشنے والا مہربان ہے ۔یعنی اگر مجبوری اور بے بسی کی حالت میں یہ گناہ کیا جائے ،تو اللہ سے مغفرت کی امید ہے۔'' [معارف القرآن:۱۲۵/۵]

اس ترجمہ میں زور زبردستی کرنے والوں کے لئے معافی کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

" عن مجاهد أنّه قال غفور رحيم لهنّ وليست لهم وكان الحسن إذا قرأ الآية يقول:لهنّ واللّٰه لهنّ . . . والتقدير ومن يكرههّن فعليه وبال إكراههنّ لا يتعدّى إليهنّ فإنّ اللّٰه من بعد إكراههنّ غفور رّحيم لهنّ ." [روح المعانى :۱۸/ ۱۵۸،۱۵۹]

''مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ان مجبور عورتوں کو معاف کرنے والا ہے، نہ کہ ان جابر مردوں کو، اور حضرت حسن جب اس آیت کو پڑھتے تو فرماتے اللہ کی قسم ان عورتوں کے لئے ،ان عورتوں کے لئے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو ان کو مجبور کرے گا تو اسی پر اس کا وبال ہوگا، یہ وبال ان عورتوں تک نہیں پہنچے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی مجبوری کی بنا پر ان کو معاف کرنے والا ہے۔''

نتیجہ قراءات

اس شاذ قراءت سے آیت کے معنی کی بالکل وضاحت ہوجاتی ہے ۔اس لئے کہ اگر یہ معافی سب کیلئے عام ہوتی تو یہ عدل خداوندی کے خلاف ہوتا۔ ہاں البتہ توبہ کے بعد یہ معافی سب کو حاصل ہوسکتی ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ